حضرت کاکا صاحبؒ اور شعائر اسلام: ایک تحقیقی مطالعہ

سید مبشر حسین شاہ*

عدنان فیصل**

Abstract

Adam is so dignified and honoured in the eyes of God that he was given priority over the rest of the creatures due to his sublime traits instilled in him. There are no two opinions that Islam is the perfect religion and it is a complete code of life. Over the years the beauty and message of Islam is spreading far and wide. There are certain human beings who carry this message to the people with all their dedication and commitment, and one of such men was Shaikh Rehmkar who is famously known as Kaka Sahib. He had a tight grip on the principals of Islam as he taught people the true teachings of Islam with his unique way of love and affection. People used to come and learn because he practiced what he preached. In this study, we will talk at length about his vast knowledge regarding the injunctions of Islam, and how he inspired a generation in the path of Allah Almighty.

تلخیص

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو باقی مخلوقات پر ترجیح دی۔ پھر بنی آدم کیلئے تمام مذاہب میں سے دین اسلام کو پسند فرمایا۔ دین اسلام فطری اور اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وجہ تخلیق کائنات نبی محترم حضرت محمد ﷺ کیلئے اسی دین کو پسند فرمایا۔ یہ ایسا دین

---

* ایم فل طالب علم، شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

** پوسٹ گریجویٹ طالب علم، شعبہ مطالعہ پاکستان، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، اینڈ آفس منیجر، ڈسٹرکٹ ریکنسٹرکشن یونٹ بٹگرام، پراونشل ریکنسٹرکشن اینڈ ریہیبلیٹیشن ایجنسی، خیبر پختونخوا۔

فطرت ہے کہ آج صدیاں گزرنے کے باوجود اسکی آفاقیت میں کمی نہیں آئی۔ شیخ رحمکار حضرت کاکاؒ صاحب دین اسلام کی تمام جزئیات یا شعائر اسلام ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا ظاہری و باطنی مکمل ادراک رکھتے تھے۔ آپؒ نے سنتِ نبویﷺ پر عمل کرتے ہوئے اسے اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ عوام الناس کو بھی اس سے آگاہی دی۔

تعارف حضرت کاکا صاحبؒ

حضرت کاکا صاحبؒ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو بہت اچھے طریقے سے جانتے تھے اور اپنے زمانے میں وحدت الٰہی کے قطب تھے اور بایزید بسطامی دوم تھے اور جب کوئی مقام کبریائی میں پہنچ جاتا ہے تو اس کے بعد اس کلام کی نغمہ سرائی کرتا ہے۔

ہرکر اور معرفت محکمہ قدم درگذشت از کفر و از اسلام ہم
چوں ترا ایں چنیں ایمان بود ایں تن توگم شد ان جان بود

جس کسی کا مقام معرفت میں قدم مضبوط ہو جائیں۔ تو وہ کفر اور اسلام سے گزر گیا اور جب تجھے ایسا مقام حاصل ہو جائے تو تمہارہ بدن گم ہو کر فقط جان باقی رہ جائے گی۔۱

الایمان

مشائخ صوفیاء کرام کے دو طبقات ہیں ایک کے مطابق ایمان قول ،تصدیق اور عمل کا نام ہے۔ فضیل بن عیاض،بشر حافی، خیرالنساج،سمنون المحب،ابو حمزہ بغدادی، احمد جریری اور بہت سے بزرگ فقہا اور اہل یقین عنہم اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوسرا طبقے کے نزدیک ایمان،قول اور تصدیق کا نام ہے۔ ابراہیم بن ادھم، ذوالنون مصری،با یزید بسطامی،ابو سلیمان دارانی،حارث محاسبی،جنید بغدادی، سہل بن عبداللہ،شفیق بلخی،حاتم اصم بن فضل البلخیؒ اس گروہ سے ہیں۔ امام مالک، امام شافعی،امام احمد بن حنبلؒ امام ابو، محمد بن حسن اور داؤد طائیؒ مکتبہ فکر ہیں۔ در حقیقت لفظی اختلاف ہے۔ معنویت کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں۔ حضرت کاکا صاحبؒ اسی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔۲

اقرار باللسان وتصدیق بالقلب. ایمان زبان سے اقرار کرنے اور دل سے اسکی

تصدیق کرنے کا نام ہے۔ ہمارے شیخ محترم حضور کاکا صاحبؒ کا ایمان کی حقیقت میں نورانیت کے کمال کی دوسری قسم ہے اور ایمان کی حقیقت دراصل اللہ پر ایمان لانا ہے، جس طرح خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کی معرفت حاصل کرتا ہے یعنی خود کو پہنچانتا ہے وہ اللہ کی معرفت حاصل کرتا ہے۔یعنی اللہ کے وجود کو حقیقی معنوں میں سمجھتا لیتا ہے۔۳

اللہ تعالیٰ پر مکمل ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ ہماری ذات کے عناصر ترکیبی، جبلتیں، احساسات، جذبات اور عقائد مختلف سمتوں میں منقسم نہ ہوں بلکہ ایک ہی سمت میں آگے بڑھیں اس سمت کو قرآن صراط مستقیم کہتا ہے۔۴

حضرت جنیدؒ کے ارادت مند حلاجؒ کی سرگرمی بھی عشق پر مبنی تھی، ایسی سرگرمی خود خدا کو بھی پسند تھی۔ (انا لحق) شیخ منصور کا نعرہ تھا ' جب کہ فرعون جس نے خود اپنی خدائی کا دعویٰ کیا، اس نے بھی (انا ربکم الاعلیٰ) کا کلمہ پڑھا تھا، لیکن دونوں میں واردات قلبی کا فرق تھا۔منصورؒ جب نعرہ لگاتے تو انہیں مقبولیت حاصل ہوتی لیکن فرعون جب بھی اسی طرح کا کلمہ کہتا تھا تو مردود ہوتا تھا۔ کیوں کہ یہ نکتہ، نکتہ دانوں کے لئے معنی خیز تھا۔ایک روز ' کسی اللہ کے پیارے نے مالک حقیقی سے یہ ہی سوال پوچھا ' جواب میں فرمایا گیا کہ ! اے آدم کی اولاد! اتنے معمولی نکتہ میں الجھ گئے ہو۔ دراصل منصور نے خود کو مٹا کر ہمارے وجود کو ثابت کیا ' جب کہ فرعون نے خود کو بقا دی اور ہماری نفی کرنا چاہی تھی۔

نفس کی پانچ اقسام ہیں ۔نفس کو دوسرے لفظوں میں خواہشات کہتے ہیں۔ پہلی خواہش نفس امّارہ یہ کفر کے ساتھ دوستی کرنے اور اہل فکر اور مومن سے دشمنی کی جانب مائل کرتا ہے۔دوسری خواہش نفس لوامہ ہے جس میں مخلوق خدا سے نفرت اور منافقین سے دوستی کی طرف راغب ہوتی ہے۔ تیسرے کو نفس ملحمہ کہتے ہیں اس بدبخت کو ہمیشہ کھانے پینے کی طرف ترغیب ہوتی ہے اور اپنی فرمائش پوری نہ کرنے پر تشدد اور ظلم کو بھی جائز سمجھتا ہے۔ چوتھا نفس یہ نیک صفت کا فرمانبردار ہوتا ہے اور شرعی علوم پر کاربند ہونے پر وقت لگتا ہے۔اور یہ اہل فکر سمیت کائنات کی ہر شے سے محبت کرنے پر راضی ہوتا

ہے۔پانچواں نفس نفس مطمئنہ ہے یہ صرف اولیاء کرام کے پاس ہوتا ہے اس لئے تو رب ذوالجلال اسے یوں مخاطب کرتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ۔ اللہ تم سے خوش ہوا اور تم اس سے خوش ہو گئے۔تم نے میری عبادت کی اور میں تمہیں جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیتا ہوں۔۶

ہمارے شیخ المشائخ حضرت کا کا صاحب صحیح معنوں میں عارف تھے اور معرفت سے مکمل آگاہی رکھتے تھے اسی وجہ سے آپؒ کو مقام محمدﷺ اور عشق مصطفیٰ سے بھرپور آگاہی حاصل تھی اسی وجہ سے آپؒ شریعت نبویﷺ کے مطابق اپنے معاملات طے کرتے تھے۔ آپؒ کو بایزید بسطامیؒ کی طرح معرفت میں کمال حاصل تھا۔جس کو معرفت حاصل ہو جائے اُس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی ہے۔ آپ اسی بات کا مکمل ادراک رکھتے تھے کہ نبی کریم حضرت محمدﷺ کے بغیر اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔۷

صوفیانہ طرز کی فکر میں عام طور پر شریعت کو ظاہراً اور طریقت کو باطن کے امورسے متعلق جانا جاتا ہے۔ اہل طریقت صرف مذہب کے داخلی اظہار کو ضروری سمجھتے ہیں جبکہ اہل شریعت داخلی اظہار کے ساتھ ساتھ خارجی اظہار اور شریعت کے اصول کی پابندی کو ضروری تصور کرتے ہیں۔۸

عرش کو فرش کے مکینوں کے لئے اس وقت جھکنے کو کہا جاتا ہے ۔جب انسان عظمت کی بلندیوں کے قابل ہوجاتا ہے۔ ان بلندیوں تک رسائی نبی آخر زماں کی اتباع میں پوشیدہ ہے۔ اتباع رسولؐ اہل تصوف سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا۔ یہی لوگ صحیح معنوں میں پیروی نبی محترم کی پابندی کرتے ہیں۔ درحقیقت صوفی کا مطلب ہی عالم باعمل ہے۔۹

حضرت کاکا صاحبؒ نے حالت استغراق میں حقیقت راز سے پردہ اُٹھایا کہ اللہ کی ایسی معرفت انہیں نصیب ہوئی ہے جس کی بدولت کلمہ طیبہ کے حقیقی مفہوم سے انہیں آگاہی حاصل ہوئی ہے۔ ظاہربین جو کلمہ کی تعریف کرتے ہیں یہ آگاہی اس کے برعکس دوسرا معنی رکھتی ہے سادہ الفاظ میں دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس میں روح کا بطریق احسن مشاہدہ کیا اور اللہ پر ایمان بالغیب کے مرتبہ سے آگے نکل کر شاہد ومشہود کے مرتبہ کو

پہنچا۔ اللہ کے فضل و کرم سے علم و حکمت اور فہم و دانش سے انسان اللہ کی کائنات کا مشاہدہ اور معرفت کچھ اس انداز سے کرتا ہے کہ اس پر ان کے مطالب اور مفاہیم اس طرح واضح ہو جاتے ہیں جس طرح کی دوسروں پر نہیں کھل سکتے۔۱۰

اللہ تعالی جسے اپنے عرفان کی دولت سے نوازنا چاہتا ہے اسے سب سے پہلے زمین کی حقیقت کے عرفان سے آگاہی دیتا ہے جسکی وجہ سے اسے مادی آفاق کے عرفان سے آگاہی ملتی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ کسی جاہل کو اپنا دوست یا جانشین نہیں بناتا۔ جب کسی آدمی کو چاہے وہ عالم ہو یا ان پڑھ اسے اپنا عارف یا ولی بنانا چاہتا ہے تو اسے علوم حقائق ارض و سما عطا فرماتا ہے اورنفس کے راز اس پر ظاہر فرماتا ہے۔۱۱

کلمہ طیبہ

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اسمیں ذرّہ برابر بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں کلمہ طیبہ کا ذکر سب سے افضل اور بلند ہے اور یہی دین کی بنیاد ہے۔ جس پر پورے کا پورا دین کھڑا ہے اسی بناء پر صوفیاء کرام اور عارفین اس کلمہ کا اہتمام کرتے ہیں اورتمام اذکار پر اسکو فوقیت دیتے ہیں اور کثرت سے اسکا ذکر کراتے ہیں۔۱۲

یہ پاک کلمہ دین کی اصل اور ایمان کی جڑ ہے اسی وجہ سے اس مبارک کلمہ کا ذکر جتنی کثرت سے کیا جائے اتنا ہی ایمان مضبوط ہوتا ہے ایمان کا دارومدار اسی کلمہ پر ہے۔ احادیث میں ہے کہ اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہو گی جب تک زمین پر ایک بھی کلمہ گو موجود ہو گا۔۱۳

حضرت کاکا صاحبؒ اللہ کی یاد میں ڈوبے رہتے تھے اور اس کی یاد میں مگن ہوتے تھے۔ اللہ کے عشق میں دیوانے ہو چکے تھے۔ اور اللہ کے سوا ان کا کوئی دوسرا مدعا نہیں تھا۔اپنے زمانے میں وحدت الٰہی کے مینار تھے اور بایزید بسطامیؒ کی طرح فنا فی اللہ ہوچکے تھے۔ آپؒ پر عشق الٰہی کا بہت زیادہ غلبہ تھا۔ آپؒ نے پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ کے ساتھ اپنا بندھن جوڑا ہو ا تھا۔۱۴

رحمان بابا یوں فرماتے ہیں

ہزار وار بہ یے دیار ترنامہ زار کڑم
کہ پہ قطع ے ڈا یو صورت ہزار وی

اگر میری ایک جان سے ہزاروں جانیں بن جائیں تو یہ ہزار بار محبوب کے نام پر قربان کردو ں گا۔**۱۵**

درحقیقت صوفی ایک ایسا عاشق ہوتا ہے جو اپنے معشوق کو ہر لمحہ اپنے دل میں بساتا ہے جب کسی پھول کو دیکھتا ہے تو اسے اپنے محبوب کی یاد آجاتی ہے۔ کہیں بھی حسن دیکھتا ہے جلوہ یار نظر آتا ہے اس میں اس کی مستی اور مشغلہ ہوتا ہے۔ اسی مشغلہ کی وجہ سے وہ یاد یار سے غافل نہیں ہوتا۔**۱۶**

نماز

نماز کی اہمیت کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے کہ ''نماز کی حفاظت کرو خاص طور پر درمیان نماز کی اور صاحب شریعت یعنی رسول اللہ ﷺ کا فتویٰ بھی اس پر دلیل ہے کہ **الصلوۃعماد الدین**، نماز دین کا ستون ہے۔ نماز کی ابتداء کے لئے وضو ضروری ہے کہ بغیر وضو یعنی پا کیزگی کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ نبی محترم کا فرمان مبارک ہے کہ پاکیزگی نماز کی چابی ہے۔

حضرت کاکا صاحبؒ نماز کیلئے وضو کی ظاہری اور روحانی علم سے مکمل آگاہی رکھتے تھے۔

حضرت کاکا صاحب فرماتے ہیں کہ : مکمل وضو کے بغیر نماز کی قبولیت نہیں ہے۔ وضو بری خصلتوں سے دور کھتا ہے اور نماز اللہ سے ملاتی ہے پس ثابت ہوا کہ دنیا کی جدائی کے بغیر اللہ سے نہیں ملا جا سکتا۔ اس میں یہ بات پوشیدہ ہے کہ اللہ کے حضوری حاصل کیے بغیر نماز کی لذت کو حاصل نہیں کیا جا سکتا ہمارے محترم شیخ حضرت کاکا صاحبؒ اسی طہارت اور نماز کی کیفیت سے بہت زیادہ اگاہ تھے فرمایا گیا ہے **الصلوت معراج المو مین** نمازمومن کی بلندی ہے۔**۱۷**

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

''میں نے حاتم اصم سے پو چھا کہ آپ نماز کس طرح ادا کرتے ہیں فرمایا جب وقت نماز

ہو تو ایک ظاہری وضو کرتا ہوں اور دوسرا باطنی۔ ظاہری وضو پانی سے اور باطنی توبہ سے۔ پھر مسجد میں داخل ہوتا ہوں۔ بیت الحرام میرے سامنے ہوتا ہے مقام ابراہیم دونوں ابروؤں کے درمیان ہوتا ہے۔ بہشت دائیں،جہنم بائیں۔ صراط تحت قدم فرشتہ موت کو اپنے پیچھے تصور کرتا ہوں۔ پھر نہایت تعظیم و احترام کے ساتھ تکبیر پڑھتا ہوں۔ حرمت کے ساتھ قیام،خوف کے عالم میں قرات، انکساری کے ساتھ رکوع۔ تضرع کے ساتھ سجود۔ حلم و وقار کے ساتھ جلوس اور شکر کے ساتھ سلام توفیق اللہ کی طرف سے ہے اور وہ صحیح جاننے والا ہے۔'' ۱۸

نماز کی درستگی کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ ہمارے شیخ محترم حضرت کاکا صاحب اس بات کا مکمل ادراک رکھتے تھے کہ نماز کیلئے درست سمت صرف اور صرف قبلہ ہے۔ آپؒ قبلہ کی اہمیت کو بہت اچھے طریقہ سے جانتے تھے اور اس بات سے بھی آگاہی رکھتے تھے کہ نماز کیلئے قبلہ رخ ہونا ہی کیوں ضروری ہے۔۱۹

اگر نمازی تھوڑا سا بھی قبلہ رُخ نہ ہو تو نماز میں غلطی ہوئی یا نہیں لیکن یہ غلطی معافی کے قابل ہے اور نماز ہو جاتی ہے۔ صوفی کا اللہ کے حبیب نبی محترمؐ سے عشق اتنا کامل ہوتا ہے کہ تمام عمر قبلے اور عشق میں کوتاہی کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اللہ کے رسولؐ کی پیروی اللہ کے احکامات کی پیروی ہے ان باتوں کو صوفی اور اللہ والے بہتر سمجھتے ہیں۔۲۰

سندھ کے مشہور صوفی شاعر حضرت شاہ عبد الطیف بھٹائی یوں بیان فرماتے ہیں:۔

مجھے اللہ سے امید ہے کہ سید میری خبر گیری کرینگے
ہمارے محبوب سجدہ کر کے خدا کی منتیں کر ینگے
مجھے اللہ سے امید ہے
امت کی خاطر احمد وہاں شناخت کی بھیگ مانگیں گے
مجھے اللہ سے امید ہے
صور اسرافیل کی آواز آئیگی
سورج کی تپش سے آنکھیں آندھی ہو جائیگی
مجھے اللہ سے امید ہے

مومنوں کا اجتماع ہو گا اور محمدﷺ خوش ہونگے
مجھے اللہ سے امید ہے
ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے سب داتا کی طرف بھاگیں گے
مجھے اللہ سے امید ہے
آپ امت کے گناہ بخشوائیں گے
مجھے اللہ سے امید ہے[۲۱]

حضرت محمدﷺ کا فرمان ہے اہل معرفت کے نزدیک نماز چار چیزوں سے ہو تی ہے۔ (۱)علم سے آغاز(۲) حیا کے ساتھ قیام (۳)تعظیم سے ادائیگی(۴) خوف خدا کے ساتھ اس کا خاتمہ۔ بعض مشائخ کہتے ہیں جس کا دل نماز کی حقیقت سے واقف نہ ہو اس کی نماز فاسد ہوتی ہے۔[۲۲]

فرمان کریمﷺ ہے جس نے کامل خشوع کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوتا ہے جس طرح ابھی ماں نے جنم دیا ہے۔[۲۳]

نماز عبادت کی خوبصورتی ہے اس کی بدولت ذہنی شعور تازہ رہتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور نماز ہر وقت اس بات کی یقین دہانی کراتی ہے کہ بحیثیت مسلمان اس نے اپنی زندگی مخصوص طریقہ کار کے مطابق گزارنی ہے۔ قرآن مجید میں اس بات کا دعویٰ ہے کہ نماز بے حیائی اور برائی سے منع کرتی ہے۔ سیرت کی تعمیر کے ساتھ نماز انسان کے اندر ضبط نفس کی طاقت پیدا کرتی ہے۔ نماز میں دعاؤں،تسبیحوں کے ساتھ پابندی وقت،پاکیزگی وغیرہ کی شرائط اور جسمانی حرکات اس لئے شامل کہ ہے انسان اپنے نفس پر قابو پا سکے۔ انفرادی زندگی کے ساتھ نماز اجتماعی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔[۲۴]

حضرت کاکاؒ صاحب کا نماز کے بارے میں علم

حضرت کاکاؒ صاحب ایک کامل درویش تھے۔آپؒ شریعت کی اتباع کرتے تھے۔آپؒ ایمان کے بعد نماز کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ ااور نماز سے متعلق مکمل معلومات رکھتے تھے۔آپؒ نماز کی شرائط کے لئے صفائی ،پاکیزگی اور اس کے لئے وضو کی شرط اور وضو سے

متعلق ظاہری اور باطنی مکمل علم رکھتے تھے۔وضو کے مفہوم اور اس کے اسرار سے متعلق مکمل علم رکھتے تھے۔آپؒ خود بھی وضو کی ظاہری اور باطنی شرائط سے آگاہی رکھتے تھے کہ قرب الٰہی کے لئے نماز اور نماز کے لئے وضو کی کتنی اہمیت ہے ۔آپؒ وضو کی مکمل طہارت اور قرب الٰہی والی نماز کی کیفیت سے بہت اچھے طریقے سے آگاہ تھے۔ شعائر اسلام میں نماز کی اہمیت سے مکمل آگاہی رکھتے تھے۔۲۵

ہمارے شیخ محترم حضرت کا کا صاحبؒ نماز کے تمام اسراروں کو بہت اچھی طرح جانتے تھے اور انہیں حضوری والی نماز کی کیفیت حاصل تھی۔یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم تھا۔۲۶

خلیفہ چہارم سید نا حضرت علی المرتضیٰؓ سے کسی نے پو چھا کہ آپ نے کبھی اللہ کو دیکھا ہے؟ جو اب ملا میں نے کبھی مشاہدے کے بغیر عبادت ہی نہیں کی پھر سوال پوچھا گیا کہ آپ اللہ کا مشاہدہ کس حالت میں کرتے ہیں؟ فرمایا وہ ظاہری اور عقلی آنکھوں سے نہیں ہوتا بلکہ حقائق قلب کے ذریعے ہوتا ہے۔ شیخ جنید کے ایک قول کی وضاحت میں شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ اس فقر سے مراد اعمال ظاہریہ ہیں یعنی وہ لوگ جو ظاہر سے متعلق تو ہیں لیکن باطن سے خالی ہیں مزید فرمایا کہ مکمل فائدہ ظاہری نوافل کی ادائیگی سے نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے صوفی فرائض کی ادائیگی کرتے وقت سکون و آرام کو چھوڑ دیتا ہے۔ محنت مشقت کرتا ہے تب ہی اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔۲۷

روزہ

روزہ اسلام کے اراکین خمسہ میں سے اہم رکن ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروکاروں پر فرض کیے گئے ہیں''۔۲۸

نبی کریمﷺ نے شروع میں مسلمانوں کو ہر ماہ میں صرف تین دن کے روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی مگر یہ روزے فرضی نہیں تھے۔ اس کے بعد رمضان کے روزوں کا حکم قرآن پاک میں نازل ہوا مگر اس میں یہ رعایت رکھی گئی کہ جو لوگ اسے برداشت کر سکیں

وہ رکھیں اور جو برداشت نہ کر سکیں وہ نہ رکھیں۔ جو روزہ نہ رکھ سکیں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلادیں۔ اس کے بعد دوسرا حکم نازل ہوا۔ اور یہ رعایت ختم کر دی گئی لیکن مریض، مسافر، حاملہ یا دودھ پلانے والی عورتیں اور ایسے بوڑھے لوگ جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں یہ رعایت برقرار رکھی گئی اور انہیں حکم دیا گیا کہ بعد میں روزہ جب کوئی عذر نہ ہو تو جتنے روزہ رہتے تھے اتنے بعد میں رکھ لیں۔**۲۹**

روزہ پرانی امتوں کی عبادات کا بھی حصہ رہا ہے۔ اسلام میں ایک مہینے کے روزے انسان کو پورے سال کے لئے نظم و ضبط کا عادی بناتا ہیں۔ اس کی وجہ سے جہاں انسان میں بندگی کااحساس، اس کی اطاعت، سیر ت کی تعمیر اور ضبط نفس پیدا ہوتا ہے وہاں پر مختلف روحانی کیفیات بھی پیدا ہوتی ہیں جو اسے حیوانیت سے اللہ کے طرف مائل کرتی ہیں۔ اس مہینے میں اجتماعی پاکیزگی کا احساس پیدا ہوتا ہے جس میں پرہیز گاری اور پاکیزگی ہر طرف نظر آتی ہے۔**۳۰**

ہمارے شیخ حضرت کا کا صاحبؒ شریعت اور حقیقت دونوں کا روزہ رکھتے تھے۔ اللہ کا فرمان مبارک ہے۔''اے ایمان والوں فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تا کہ تم پرہیز گار بنو' (البقرہ ۱۸۳) روزہ خواہشات کو توڑنے کانام ہے۔تفسیر عرائش میں ہے کہ یہ آواز اہل دل کے لئے ہے یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اُن لوگوں کو بلاتا ہے جو زمین و آسماں کی وسعتوں میں مشاہدہ محبوب کے ہلال کو تلاش کرتے ہیں۔**۳۱**

شریعت : اس کے لغوی معنی کھلا اور سید ھا راستہ کے ہیں۔ اصطلاح میں اسلامی قوانین کو شریعت کہتے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں متعین شدہ اصولوں اور قوانین پر مشتمل ایک دستاویز جس میں بحث یااختلافی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ ان کا نفاذ اور ترتیب اللہ کے احکامات پر مبنی ہوتی ہے۔ شریعت کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے، اس میں کسی جماعت یا فرقہ کو اس پر تنقید کا حق حاصل نہیں۔

شریعت کے قوانین حقوق اللہ اورحقوق العباد، دو اقسام پر مشتمل ہیں۔حقوق العباد میں عدالتی، سیاسی او ر سماجی موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ شریعت اسلامی میں انسانی زندگی کے

ہر شعبے کے لئے صاف اور واضح احکامات موجود ہیں۔ کسی زمانے یا کسی شخص کو ان میں ردوبدل کی اجازت نہیں انھیں ان کی اصل حالت میں ماننے اور قبول کرنا کا حکم ہے۔**۳۲**

حقیقت: اس سے مراد وہ چیز جس کی حمایت لوگوں پر واجب ہو۔ اسکا مترادف مجاز ہے اسے بطور استعارہ سچائی مراد لی جاتی ہے۔ اہل شریعت نے اس کی دو اقسام بیان کی ہیں۔ حقیقت فی المفرد جسے ہم حقیقت لغوی کہہ سکتے ہیں دوسری حقیقت فی الجملہ ہے جسے عام فہم میں عقلی حقیقت کہتے ہیں جس سے حقیقت اللہ کی صفات مراد لیتے ہیں اور بعض کے نزدیک توحید ہے۔ صوفیاء کرام کے نزدیک حقیقت اور شریعت آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ حقیقت کے بغیر وجود شریعت ممکن نہیں شریعت بذات خود حقیقت ہے ایک سے ظاہری حال کی صحت مراد لی جاتی ہے جب کہ دوسرے سے باطن حالت کی درستگی۔ اسی معاملے میں علماء دو گروہوں میں منقسم ہیں ایک کے مطابق شریعت خود حقیقت ہے اور حقیقت ہی شریعت ہے جبکہ دوسرے کے نزدیک یہ لازم و ملزوم نہیں ہیں۔ صوفیاء نے حقیقت اللہ اور حق میں امتیاز کی ہے۔ ان کے مطابق حقیقت سے اللہ کی صفات کا اظہار ہوتا ہے اور حق سے صرف اس کی ذات کا۔ حقیقت تقریباً تمام صوفیا نہ طریقوں کی آخری منزل مانی جاتی ہے۔ اللہ کو بھی حقیقت الحائق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک ہے اس کا ثانی نہیں وہ تمام حقائق پر حاوی ہے بالفاظ دیگر وہ حضرۃ الوجود ہے۔**۳۳**

زکوۃ کے بارے میں علم

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے نبی محترم حضرت محمدﷺ نے فرمایا جوشخص اپنے مال و دولت میں سے زکوۃ کی ادائیگی نہیں کرتا روز قیامت اس کے پہلو اوراس کی پیٹھ جہنم کے سخت پتھروں سے داغ دار کی جائے گی اور جسم کو وسعت دی جائے گی اور جب کبھی اس کی شدت میں کمی ہو گی تو اس کو بڑھا یا جائے گا اور وہ دن اس کے لئے اتنا لمبا ہو جائے گا جس کی تعداد پچاس ہزار برس کے برابر ہو گی یہاں تک کہ لوگوں کے اعمال کا فیصلہ ہو گا پھر وہ جنت کی طرف اپنا راستہ اختیار کرے گا۔**۳۴**

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اور وہ کہ جو سونا چاندی اکٹھا کرتے ہیں اور اللہ کے راستے

میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دٔجس دن گرم کیا جائے گا جہنم کی آگ کو پھر اس میں ان کی پیشانیاں اور گردنیں اور پیٹھیں ڈالی جائے گی یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے اکٹھا کر رکھا تھا اور جاؤ اب ان کا مزہ چکھو۔'' (سورۃ توبہ)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''جو لوگ اللہ کا عطا کئے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں وہ اسے اپنے لئے اچھا نہ جانیں یہ ان کے لئے وصیت ہے بہت جلد بخل کردہ مال سے قیامت کے دن انکو طوق پہنائے جائے گے۔'' (سورۃ العمران ۱۸۰)۳۵

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جوشخص اپنے مال کی زکوۃ نہیں دیتا ،قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کی گردن میں لٹک رہا ہو گا۔''۳۶

اولیاء کرام کے نزدیک دنیاوی مال و متاع کی اہمیت بہت کم تھی اور وہ لوگ بخل اور لالچ کی مذمت کرتے تھے۔ وہ دنیاوی اور مادی چیزوں کو لوگوں میں بانٹنے کے عادی تھے۔ اسلیے وہ زکوٰۃ کی ادائیگی پر زور دیتے تھے۔

اہل کرم اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور حسب و نسب پر جھگڑا نہیں کرتے کیونکہ وہ کسی بھی چیز پر اپنا تصرف نہیں سمجھتے اور سب کچھ مالک حقیقی کو سمجھتے ہیں۔ حضرت کاکاؒ صاحب زندگی بھر صاحب نصاب نہیں ہوئے کیونکہ آپؒ ہر چیز بانٹ دیتے تھے اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتے تھے۔

زکوۃ کے بارے میں علم

حضرت کاکاؒ صاحب صحیح معنوں میں ایک با شرع صوفی تھے۔ اور ارکان اسلام میں زکوۃ کی اہمیت افادیت اور اس کی ادائیگی کو بہت اچھے طریقے سے جانتے تھے۔آپؒ چونکہ ایک درویش کامل تھے۔درویشوں کے پاس ظاہری اسباب یعنی مال و دولت نہیں ہوا کرتا ہے۔ آپؒ بھی ظاہری مال و اسباب نہیں رکھتے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم اور معرفت کا بہت بڑا خزانہ عطا کیا تھا ۔علم اور معرفت بے شک اللہ تعالیٰ کے بڑے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ اوراللہ تعالیٰ جس پر اپنا خاص فضل و کرم کرتا ہے اسے ہی عطا کرتا ہے۔ آپؒ نے اللہ کے عطا کئے ہوئے اس فضل و کرم سے بخل اختیار نہیں کیا بلکہ

بطور زکوۃ آپؒ نے اسے بہت سے لوگوں کو کھلے دل سے عطا کیا تھا یا دوسرے الفاظ میں سخاوت کا بھر پور مظاہرہ کیا تھا۔۳۷

علم: قرآن پاک میں لفظ ''علم'' مختلف شکلوں میں ۷۷۸ مرتبہ آیا ہے۔ اس موقع پر علم کی دو صورتیں سامنے ہیں پہلا وہ علم جو اللہ کی وہ خاص صفت ہے جو علیم، عالم اور علام کی شکلوں میں موجود ہے۔ دوسرا وہ علم جو مخلوق کو خاص کر انسانوں کو عام فہم عطا ہوا۔ انسان جس علم کو حاصل کرتا ہے وہ بھی عطائے رب کریم ہے اور اس کی حقیقت، نتائج اور اس کے مختلف پہلوؤں کا علم اسی کو ہے۔ بہر حال علم کا منبع اللہ کی ذات ہے اس لیے بندے دعا کرتے ہیں ''اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما''۔۳۸

معرفت: یہ تصوف کی ایک اصطلاح ہے جسکا مطلب اللہ شناسی اور اللہ کی معرفت ہے اور یہ سالکین کی اپنی استعداد پر منحصر ہے۔ اس معرفت کی کوئی حدود مقرر نہیں سوائے عاجزی کے جسطرح خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا تھا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف سوائے اعتراف عجز کے اور کوئی راہ تجویز نہیں فرمائی۔۳۹

حج کے بارے میں علم

مسجد حرام مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے چاروں اطراف کی مسجد کو مسجد حرم کہتے ہیں۔ اس چاردیواری کے اندر زمزم کا کنواں اور مقام ابراہیمی بھی ہیں۔۴۰ نبی محترم کی حیات مبارکہ میں کعبہ کے اردگرد جگہ بہت کم تھی اور مسجد کی حدبندی نہیں تھی۔ مکہ فتح ہونے کے بعد مسلمانوں نے اسمیں باقاعدہ نماز کی ادائیگی شروع کر دی۔

حضرت کاکاؒ صاحب کے نزدیک حج بیت اللہ کی بہت بڑی اہمیت تھی۔ کیونکہ حج ارکان اسلام کا ایک اہم اور لازم جز ہے۔ آپؒ احکامات حج کو گہرائی سے سمجھتے تھے۔ درحقیقت حضرت کا کا صاحب صحیح معنوں میں مومن برحق تھے اور اللہ کی محبت کو اپنے دل میں بسائے بیٹھے تھے سادہ لفظوں میں جس کے دل میں اللہ کی محبت آجائے تو اللہ تعالیٰ کا گھر ان سے کتنا دور ہو سکتا ہے کیونکہ خانہ کعبہ یا خلیل اللہ اسی وحدہ لا شریک کا گھر ہے اس کے لئے ظاہری اسباب کی ضرورت نہیں رہتی یعنی حضرت کاکاؒ صاحب ایک فقیر تھے

ظاہری مال و اسباب نہ ہونے کے باوجود روحانی طور پر اللہ کا گھر دیکھ چکے تھے۔[۴۱]

رحمان ان کی خدمت میں عزت و احترام کے ساتھ سلام پیش کرتا ہے جو کہ محبت میں مجنون کی طرح سچے ہوتے ہیں۔[۴۲]

چے مجنون عونڈے پہ مینہ کبنے صادق وی
رحمان وائی پہ ھغو باندے سلام

حوالہ جات

۱۔ حضرت حلیم گل باباؒ فرزند حضرت کاکا صاحبؒ، *مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ*، سال ۱۹۹۵ء،دارالعلوم فیض القرآن، پیر سباق، نوشہرہ، صوبہ سرحد(خیبر پختونخواہ)،ص ۸۳۔

۲۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ،*کشف المحجوب*، ضیاء القرآن پبلی کیشنز،لاہور،فروری ۲۰۰۹،ص۳۹۹۔

۳۔ حلیم گل، *مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ* ۱۹۹۵ء،ص ۷۸۔

۴۔ ہومیو پیتھک ڈاکٹر فقیر سید رسول شاہ کاکا خیل، تذکرہ قطب وحدت، رحمکاریہ پبلیکیشنز، پاکستان، خیبرپختونخوا، نوشہرہ،۲۰۱۷ء، ص ۱۰۳۔

۵۔ غلام حیدر سندھی، *حیات قلندر شہبازؒ*، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، مرکز فضیلت، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۶،ص ص۹۶-۹۷۔

۶۔ ایضاً، ص ۴۲۔

۷۔ حلیم گل، *مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ* ۱۹۹۵ء،ص۷۸۔

۸۔ عذرا وقار، *وارث شاہ:عہد اور شاعری*، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، سنٹر آف ایکسیلنس، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء،ص۱۹۔

۹۔ غلام حیدر سندھی، *حیات قلندر شہبازؒ*،ص۶۶۔

۱۰۔ حلیم گل، *مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ* ۱۹۹۵ء،ص۸۳۔

۱۱۔ فقیر سید رسول شاہ کاکاخیل، *تذکرہ قطب وحدت*، رحمکاریہ پبلیکیشنز، پاکستان، خیبرپختونخوا، نوشہرہ، ۲۰۱۷ء، ص ۷۶۔

۱۲۔ حضرت مولانا محمد ذکریا صاحب، *فضائل اعمال*، اسلام بک ڈپو لاہور، بار اول و دوم ۱۹۹۹، ۲۰۱۵ء، ص ۶۸۔

۱۳۔ حضرت مولانا محمد ذکریا صاحب، *فضائل اعمال*، اسلام بک ڈپو لاہور، بار اول و دوم ۱۹۹۹، ۲۰۱۵ء، ص ۶۸۔

۱۴۔ حلیم گل، *مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ*، ۱۹۹۵ء،ص۸۳۔

۱۵۔ داور خان داؤد، *رنگہائے پشتو ادب*، ۲۰۱۷ء، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت،اسلام آباد،ص۶۳۔

۱۶۔ غلام حیدر سندھی، *حیات قلندر شہبازؒ*،ص۵۹۔

۱۷۔ حلیم گل، *مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ*، ۱۹۹۵ء،ص۸۵۔

۱۸۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، *کشف المحجوب*، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹،ص۴۱۲۔ ۴۱۳

۱۹۔ حلیم گل، *مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ*، ۱۹۹۵ء،ص۸۵۔

۲۰۔ غلام حیدر سندھی، *حیات قلندر شہبازؒ*،ص۶۳۔

۲۱۔ داور خان داؤد، *رنگہائے پشتو ادب*، ص ص ۲۱۵-۲۱۶۔

۲۲۔ حجتہ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی شافعیؒ مکافتہ القولب، اکبر بک سیلرز، اردو بازار، لاہور، مئی ۲۰۰۷ء، ص۱۸۰۔

۲۳۔ ایضاً،ص۱۸۰۔

۲۴۔ سید قاسم محمود، *اسلامی انسائیکلوپیڈیا*،الفیل ناشران، اردو بازار،لاہور،ص۱۸۸۔

۲۵۔ حلیم گل، *مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ*، ۱۹۹۵ء،ص۸۵۔

۲۶۔ ایضاً،ص۸۶۔

۲۷۔ غلام حیدر سندھی، *حیات قلندر شہبازؒ*،ص۶۴۔

۲۸۔ سید قاسم محمود، *اسلامی اسائیکلوپیڈیا*، الفیل ناشران، اردو بازار،لاہور،ص۔ ۹۸۸۔

۲۹۔ ایضاً، ص۹۸۸۔

۳۰۔ ایضاً، ص ۱۸۹۔

۳۱۔ حلیم گل، *مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ*، ۱۹۹۵ء،ص ص۹۱-۹۲۔

۳۲۔ سید قاسم محمود، *اسلامی اسائیکلوپیڈیا*، الفیل ناشران، اردو بازار،لاہور،ص۱۰۶۶۔

۳۳۔ ایضاً، ص۸۷۷۔

۳۴۔ حجتہ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی شافعیؒ، مکا شفتہ القلوب، اکبر بک سیلرز، اردو بازار، لاہور، مئی ۲۰۰۷ء،ص۱۹۱۔

۳۵۔ ایضاً،ص۲۱۵۔

۳۶۔ ایضاً، ص ۲۱۶۔

۳۷۔ حلیم گل، *مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ*، ۱۹۹۵ء،ص۹۱

۳۸۔ *انسائیکلو پیڈیا*، ص ۱۱۸۱۔

۳۹۔ سید قاسم محمود، *انسائیکلو پیڈیا*، ص۱۴۹۶۔

۴۰۔ *انسائیکلو پیڈیا*، ۱۴۷۷۔

۴۱۔ حلیم گل، *مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ*، ۱۹۹۵ء،ص۹۳۔

۴۲۔ داور خان داؤد، *رنگہائے پشتو ادب*، ص۱۱۸۔